

قضیہ یمن اور عالم اسلام

چند اصولی گزارشات

ڈاکٹر انیس احمد

مسلم دنیا بھی مصر میں فوجی قیادت کے ہاتھوں جمہوریت کے قتل اور تحریکِ اسلامی مصر پر نبی اہلہ آزمائش، تیونس میں فوجی قوت کے استعمال کے بغیر اسلامی پارٹی کی گرفت ڈھینی ہونے، عراق میں شیعہ اور سُنّتی تکراؤ اور شام میں بشار الاسد اور اسلام دوست شامی آبادی کے درمیان مسلح آؤزیش کے صدمات سے دوچار ہی تھی کہ یمن میں ایک نئے محاذ کے کھلنے سے خطے میں امن، سلامتی اور تحفظ کے نئے مسائل اُبھر کر سامنے آ گئے۔

تقریباً ایک عشرہ قبل اردن کے شاہ عبداللہ نے صدام حسین کا تختہ اللہ کے موقع پر امریکا کے اس اقدام پر یہ تبرہ کیا تھا کہ اس کے نتیجے میں خطے میں shia crescent کا اثر برہ ہے گا۔ گویا مسلم دنیا کو شیعہ سُنّتی کی عینک سے دیکھ کر اس میں نااتفاقی اور تکراؤ کا پیدا کیا جانا مغرب زدہ ذہن اور مغربی مرکز دانش (think tanks) کا محبوب موضوع آغاز ہی سے رہا ہے۔ عرب بیہار ایک اعلیٰ جمہوری مقصد کے لیے برپا ہوئی تھی۔ اسے بھی مغربی طاقتوں نے کامیاب نہ ہونے دیا اور شرق اوسط میں مسلم ممالک میں بد امنی، لا قانونیت اور آمریت کے فروغ کے امکانات کو زیادہ سے زیادہ قوی کرنے میں اپنی حکمت عملی کا استعمال کیا۔

عراق میں ایرانی تربیت یافہ ملیشیا حزب اللہ کی بڑھتی ہوئی قوت نے ان خدشات کو تقویت دی لیکن جلد ہی حزب اللہ نے اپنے اثر کو شام میں بھی بڑھا دیا۔ ایران کے معروف عسکری ماہر

جزل قاسم سليماني نے عراق میں بطور عسکری مشیر ایران کے القdes بریگیڈ کو جو ایران کے انقلابی Revoltionary guards کی شاخ ہے، براہ راست اپنی نگرانی میں متحرک رکھا ہوا ہے۔

ان حالات میں ۲۶ مارچ ۲۰۱۵ء کو سعودی حکومت نے یہ اعلان کیا کہ اس کی فوج پڑوئی ملک میں کارروائی کر رہی ہے تاکہ "حقیقی حکومت" کو بحال کیا جاسکے۔ اس سے قبل متصور ہادی کو ان کے قصر صدارت پر قبضہ کر کے حوثی قبیلے کے جنگ ہوافراد نے عدن بھاگنے پر مجذور کر دیا تھا اور جب حوثی قبیلے کی افواج عدن کے قریب پہنچیں تو وہ سعودی عرب میں پناہ گزین ہو گئے۔

حوثی قبیلے میں زیدی اور شافعی دونوں کی فقہ کے پیروکار پائے جاتے ہیں اور قبائلی نظام میں ایک سے زائد فقہی ممالک کا پایا جانا کوئی حرمت کی بات نہیں۔ اس لیے ان میں ایک بڑی تعداد زیدی فقہ کو مانتے والوں کی بھی ہے جو شیعہ مسلک میں سب سے زیادہ اہل سنت کے قریب فرقہ کہا جاتا ہے۔ اس جنگ کے دوران حوثی قبیلے نے اپنے آپ کو بہت مقفلم کر لیا ہے اور اب یہ گوریلا جنگ کے تمام طریقوں سے مکمل طور پر لیس ہے۔ میں کے چھے چھے سے ان کی واقفیت، میں کی معاشی بدحالی اور سیاسی انتشار کی بنابر اخیں عوام کے ایک طبقے کی حمایت بھی حاصل ہو چکی ہے۔ اس لیے اس پورے قفسی میں فیصلہ کن امر جنگ اور اسلحہ کا استعمال نہیں ہو سکتا بعض مغربی مصروفین کا یہ انتباہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ جس طرح جنگ کا راستہ اختیار کرنے کے نتیجے میں امریکا کے لیے دیت نام ایک مسئلہ بنا تھا، ایسے ہی شرق اوسط میں موجودہ تنازع بڑی فتح اور خطرناک شکل اختیار کر سکتا ہے۔

ان حالات میں میں کے عبوری صدر (transitional president) کی دعوت اور ان کی حکومت کے دفاع اور بحالی کے لیے کیے جانے والے اقدام نے شرق اوسط کی صورت حال کو مزید گمبیز کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں ایران کا کردار بھی بڑا مندوش اور حالات کو بگاڑ کی طرف لے جانے والا ہے۔ خانہ جنگی اب ایک علاقائی جنگ کی شکل اختیار کرتی جا رہی ہے جو پورے شرق اوسط کے لیے بڑی خطرناک ہے۔

تازہ ترین اطلاعات یہ بتاتی ہیں کہ مصر اور ۱۰ اہمسایہ ممالک کی مشترکہ فوج کے قیام اور سعودی عرب کے علاوہ دیگر مسلم ممالک کی ہوائی فوج کے حملوں میں حصہ لینے کے باوجود ابھی تک

اس کا روای کے متوقع اہداف حاصل نہیں کیے جاسکے۔ مغربی البلاغ عامہ کے تصریوں اور تجزیوں کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ تھا ہوائی حملوں سے حوثی قبیلے کی پیش قدی پر کوئی فیصلہ کرن اثر پڑنا مشکل ہے۔ ان حملوں کے باوجود حوثی قبیلے نے عدن کی اہم بندگاہ پر اپنا تسلط قائم کر لیا ہے۔ ہادی کی ہمدرد فوج میں بھی پھوٹ کے آثار ہیں اور ان میں سے کچھ حوثی قبیلے کے ساتھ تعلقات استوار کر رہے ہیں۔ اس بناء پر مغربی دانش و روؤں کا کہنا ہے کہ ہادی کے دوبارہ اقتدار میں آنے کا امکان کم سے کم تر ہوتا جا رہا ہے اور حوثی بغاوت پر قابو پانے کے لیے زینی افواج کو میدان میں اتارنے کے سوا کوئی چارہ نہیں جو خود اپنے اندر بے پناہ خطرات اور ایک مستقل جنگ کے امکانات رکھتا ہے۔ ایسے حالات میں بالعموم دو بدوجنگ سے کہیں زیادہ گوریلا جنگ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے جس کا سلسلہ لا متناہی ہو سکتا ہے اور جس کی تباہ کاریاں بڑی بڑی عسکری طاقتون کے لیے طویل عرصے تک برداشت کرنا ممکن نہیں رہتا۔ ان حالات میں مسلم دنیا اور مغرب دونوں کے لیے فوری طور پر یہ فیصلہ کرنا ضروری ہو گیا ہے کہ خطے کو مزید خون خرا بے اور طویل عدم استحکام سے بچانے کے لیے نئی حکمت عملی ترتیب دی جائے۔

اس تاظر میں سعودی عرب کے بھسا یہ اور دوست ممالک کا کردار کیا ہو اور مسئلے کو حل کی طرف کس طرح لے جایا جائے؟ یہ نہ صرف ہر سوچنے سمجھنے والے پاکستانی کے لیے بلکہ مسلم دنیا کے ہر شہری کے لیے ایک لمحہ فکری یہ ہے۔

مصر اور سعودی عرب کو اس سے قبل ۱۹۶۰ء کے عشرے میں جنوبی اور شمالی یمن کے باہمی تنازع کے تاظر میں اپنی عسکری قوت کا استعمال کرنے کا تجربہ ہو چکا ہے، اور تاریخ یہ بتاتی ہے کہ دونوں ممالک قوت کے استعمال کے باوجود مطلوبہ اہداف حاصل نہیں کر سکے تھے بلکہ سعودی عرب کو اپنی جغرافیائی حدود کا ایک حصہ کھونا پڑا۔ مصر نے دوبارہ خلیج کی حکومتوں کے ساتھ مل کر جو اجتماعی فوج بنائی ہے اس میں اپنی افواج کو شامل کرایا ہے اور مصری بحری یہڑے نے عدن پر گولہ باری بھی کی ہے۔ عربوں کی مشترکہ فوج جو کچھ کر رہی ہے اس کے ثبت نتائج کا نکانا مشکل ہی نظر آ رہا ہے۔ اس نازک صورت حال میں پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر جو محتاط موقف اختیار کیا ہے۔ اسے سعودی عرب اور خلیج کی ریاستوں میں گوپنڈ نہیں کیا گیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ

سعودی عرب کے ساتھ مکمل جذباتی اور دینی اتحاد کے پس منظر میں پاکستان کا کردار ایک قلبی دوست اور فقیر کارہی کا ہوتا چاہیے۔ جس کا ہدف جنگ کی آگ کو بجھانا، امن کے حالات پیدا کرنا، یعنی کی بغاؤت کو بطریق احسن قابو میں لانا، حقیقی مسائل کے حل کے امکانات کو روشن کرنا اور علاقے میں دوبارہ دوستانہ ماحول پیدا کرنا ہے۔ سعودی عرب کی جغرافیائی حدود کی حفاظت اور علاقے میں ایران کے کردار کو ان حدود کا پابند کرنا ہے جو علاقائی امن کے لیے ضروری ہے۔ نیز علاقے کو فرقہ وارانہ جذبات کی انگیخت سے بچا کر امت کی وحدت اور بھائی چارے کے فروغ کی راہوں کو استوار کرنا ہے۔ یہ مشکل کام ہے لیکن کرنے کا اصل کام یہی ہے۔

اسلامی بین الاقوامی قانون کی بنیاد اصلاح اور تکرار کو دوڑ کرنے پر ہے۔ سورہ حجرات میں

فرمایا گیا:

وَإِنْ طَآئِفَتِنَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَلُوا فَاصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۖ فَإِنْ بَغَتْ أَحْدُهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا إِلَيْهِ تَعْبُغُ حَتَّى تَفِيَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ ۖ فَإِنْ فَأَءَتْ فَاصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُ الْمُقْسِطِينَ ۝ (الحجرات ۹:۳۹) اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑ دیہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلت آئے۔ پھر اگر وہ پلت آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کراؤ۔ اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم اہل ایمان کے درمیان قانون صلح و جنگ کے اصول کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان فرماتا ہے۔ پہلی بات جو بطور فرضہ بیان کی گئی ہے دو مسلمان گروہوں کے درمیان جنگ کی شکل میں صلح کروانا ہے۔ مسلمان تماشائی بن کر جنگ و جدال کو گوارا نہیں کر سکتا۔ امن اور صلح کی تمام کوششیں، ہر قسم کے دباو کا استعمال جب ناکام ہو جائے تو پھر حکم دیا گیا ہے کہ یہ تحقیق کی جائے کہ ظالم کون ہے چاہے وہ کسی مسلمان کا قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، ہم قبیلہ اور ہم برادری ہی کیوں نہ ہو۔

یہاں یہ بات پیش نظر ہے کہ تحقیق سے مراد مغربی میڈیا کی بے بنیاد افواہوں پر اعتقاد نہیں ہے بلکہ اپنے ذرائع سے صحیح معلومات کا حصول ہے۔ اگر تحقیق سے یہ ثابت ہو جائے کہ ایک فریق ظلم کر رہا ہے تو پھر مظلوم کے ساتھ مل کر ظالم کی اصلاح کے لیے جنگ میں حصہ لینا فرض کر دیا گیا ہے۔ یہاں بھی مطلوب یہ نہیں ہے کہ ”ظالم“ کا صفائی کر دیا جائے۔ اس کے بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو بغیر کسی تحقیق کے آگ کے شعلوں میں تباہ کر دیا جائے بلکہ ظالم کی اصلاح مقصود ہے۔ اس لیے فوراً یہ بات فرمائی گئی کہ اگر جنگ کے نتیجے میں ظالم را وہ راست پر آ جائے تو پھر انصاف کا روایہ اعتیار کرو۔ عدل مطالبة کرتا ہے کہ ظالم کے زیر ہو جانے کے بعد نہ اسے غلام بنایا جائے، نہ اسے ابدی دشمن سمجھا جائے، نہ اس کے بارے میں دل میں نفرت اور شک و شبہ کو جگہ دی جائے بلکہ اب وہ دوبارہ تمہارا بھائی ہے۔ سبحان اللہ! کتنا عادلانہ اور حکیمانہ فیصلہ ہے کہ جنگ کے زخمیوں کو اب اخوت کی محبت و درگزر کے مرہم سے مندل کر دیا جائے۔ یہاں کوئی مستقل حزب اختلاف اور دشمن گروہ کا وجود نظر نہیں آتا۔ اس لیے فرمایا گیا کہ یہ کام اللہ کے تقویٰ، خوف اور خیشت کے ساتھ کیا جائے تاکہ مستقل امن اور اعتناؤ بحال ہو سکے۔

قرآن کے اس میں الاقوای قانون صحیح و جنگ کے سلسلے میں اہل ایمان کے درمیان جنگ کی شکل میں ہدایت کی موجودگی میں مسلم ممالک کے لیے اس کے سوا کوئی اور شکل نہیں رہتی کہ وہ قرآن کے حکم پر خلوص نیت اور عظیم تر جدوجہد کے ساتھ اپنی حد تک کوشش میں کمی نہ کریں اور حالات کی سختی سے قطعاً نا امید اور متأثر نہ ہوں۔

پاکستان کی پارلیمنٹ کا احتاط رویہ اسی قرآنی اصول کا مظہر نظر آتا ہے۔ سعودی عرب سے ہمارا گھبرا اور دیرینہ تعلق ہماری خارجہ پالیسی کا ایک ستون ہے اور پاکستان اور سعودی عرب ایک دوسرے کے دوست اور پیشی بان اور دُکھ درداور خوشی اور غم میں برابر کے شریک ہیں۔ حریم شریفین کی نقلیں اور ان کا تحفظ ہماری مشترک ذمہ داری ہے۔ اور سعودی عرب کی سالمیت کو اگر کوئی خطرہ ہو تو خطرے کی اس گھڑی میں اس کے ساتھ شانہ بثانہ کھڑا ہونا ہمارا فرض ہے۔ لیکن اس واضح common interest کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم سعودی عرب کے حقیقی دوست کی خیشت سے اسے ہراس گرداب میں پھنسنے سے بچانے کی کوشش کریں جو اس کے اور خلطے کے لیے

مشکلات اور مصائب کا باعث ہو سکتا ہے کہ حقیقی دوستی اور خیرخواہی کا یہی تقاضا ہے۔

ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ سعودی عرب کے مفاد کے پیش نظر مصالحت کے ذریعے مسئلے کا حل تلاش کریں۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو پورا علاقہ ایک طویل المیعاد جنگ اور تنازع کی دلدل میں ڈھنس سکتا ہے۔ ہماری اس رائے کی بنیاد وہ زمینی حقائق ہیں جنھیں مغربی ابلاغی عالمہ غیر معمولی طور پر غلط سلط کر کے پیش کر رہا ہے۔ یہ بات زورو شور سے اور بار بار کہی جا رہی ہے کہ حوثی شیعہ قبیلہ ہے، جب کہ اس قبیلے میں زیدی اور شافعی دونوں ممالک کے پیروکار موجود ہیں۔ یہ بات بھی کہی جا رہی ہے کہ یمن میں اندر ورنی خانہ جنگی میں شیعہ سنتی آپس میں نبرد آزماء ہو گئے ہیں جب کہ ایسا نہیں ہے۔ یمن میں زیدی فقہ کے ماننے والے اور شافعی مذہب کے ماننے والے صدیوں سے ایک ساتھ معاشرتی تعلقات کے ساتھ موجود ہیں۔

بعض معتبر ذرائع نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ حوثی قبیلے نے پیش تراسلہ وہ استعمال کیا ہے جو بادی کی جمایتی فوج کے ذخیروں سے حاصل کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ایرانی اسلحہ بھی استعمال کیا جا رہا ہے اور اطلاعات یہ بھی ہیں کہ کچھ ایرانی نیشل گارڈ کے کمانڈر اور کارندے بھی حوثی قبائل کے ساتھ ہیں۔ یہ بہت تشویش ناک صورت حال ہے لیکن اس قبیلے کو شیعہ سنتی جنگ سے تعبیر کرنا حقائق اور مصالح دونوں کے خلاف ہے۔ گو، مغربی طاقتوں کی حکمت عملی آج سے نہیں، عراق کی جنگ سے یہی رہی ہے کہ کسی طرح شیعہ سنتی کو ٹکرایا جائے تاکہ اندر ورنی امن قائم نہ ہو اور مغربی طاقتوں جس طرح چاہیں خطے کے وسائل سے فیض یاب ہوتی رہیں۔

سعودی عرب کے وسیع مفادات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ سعودی عرب اور یمن میں جلد از جملہ جنگ بندی ہو اور اعتماد کی فضا کو بحال کیا جائے۔ یہ مسئلہ دو ممالک کی سرحدوں پر ہونے والی جنگ کا نہیں ہے بلکہ خود اندر ورنی استحکام کے لیے غیر معمولی اہمیت کا ہے۔ اس وقت سعودی عرب کی آبادی کا ۲۰ فی صد حصہ یمنی الاصل افراد پر مبنی ہے اور یہ شیعہ نہیں بلکہ سنتی ہیں۔ ماہی میں بعض معروف شخصیات جو سعودی عرب کی اعلیٰ وزارتوں پر فائز رہی ہیں ان کا قبائلی تعلق یمن کے قبائل سے ہے۔ دو معروف وزرا میں تیل کے وزیر اور وزیر تعلیم کا تعلق یمن سے تھا۔ اس لیے یہ تنازع دو ملکوں کا نہیں ہے بلکہ یہ اس سے کہیں زیادہ وسیع تر مفادات سے تعلق رکھتا ہے۔

اگر اس مسئلے کو فوری طور پر صلح اور مصالحت کی طرف نہیں لے جایا گیا تو یہ آگ محسوس سرحدوں پر نہیں رہے گی۔ پاکستان کا دوستی، اخوت اور ہر لحاظ سے قربت کا تقاضا بھی ہے کہ ہم اس آگ کو چھیننے سے روکیں کیونکہ جنگ اس کا حل نہیں ہے۔ سعودی عرب سے یگانگت کے اظہار کا صحیح راستہ اس جنگ کو روکنا ہے اور ایران سے دوستی کا بھی بھی تقاضا ہے کہ اسے اس علاقے میں ہر ایسے کردار سے روکا جائے جو فساد کا باعث ہو۔ یہ راستہ نازک اور مشکل راستہ ہے اور وقت کا تقاضا بھی ہے۔ اس کے مقابلے میں امریکی مفاد بھی ہے کہ مسئلے میں زیادہ سے زیادہ مذہبی منافرتوں کی بنیاد پر معاشری اور سیاسی عدم استحکام پیدا ہو اور وہ اپنی اسلحہ کی سوداگری کو زیادہ سے زیادہ فروغ دے سکے۔ وہ اظاہر بھی کہتا رہے گا کہ سعودی عرب اس کارروائی حلیف ہے۔ اس لیے اس کی افواج اور اسلحہ اس کے لیے حاضر ہے، جب کہ سعودی عرب کے تیل کو کم قیمت پر خریدنے کے بعد اسلحہ دے کر وہ اپنی معیشت کو چکاتا رہے گا اور سعودی عرب کو ایک ختم نہ ہونے والی جنگ میں دھکیل دے گا۔

ایران کو اس عرصے میں خطے میں جو برتری حاصل ہوئی ہے اور جس طرح اس کے روایتی بڑے شیطان کے ساتھ تعلقات میں استواری آئی ہے خواہ وہ اس کی بڑی سیاسی قیضی ہو، لیکن اسے یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ عراق اور شام میں اس کے کردار نے بڑے بنیادی سوالات کو اٹھادیا ہے۔ ایران کی ضرورت علاقے میں سب کے ساتھ دوستی ہے، علاقے میں تفرقہ اور گروہی اور فرقہ وارانہ تصادم سے بالآخر اس کو اور علاقے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اسی طرح شام میں بشار الاسد کی حمایت میں ایران کے رضا کاروں کا حصہ لیتا، اسلحہ فراہم کرنا، لبنان اور عراق میں عسکری تربیت یافتہ حزب اللہ کا کردار، ایران کے خطے میں عزم کوکھول کریاں کر رہا ہے۔

پاکستان اور ایران کے مشترکہ مفادوں کا تقاضا ہے کہ پاکستان اس نازک موقعے پر ایران سے تعلقات کو کشیدہ نہ کرے بلکہ دونوں ممالک سے وسیع تر مفادوں کے پیش نظر مصالحت اور صلح جوئی کی حکمت عملی پر عمل کرنے ہوئے اپنے تعلقات کو مزید مستحکم کرے۔

مغرب کی حکمت عملی اس تباہی میں واضح طور پر یہ نظر آ رہی ہے کہ وہ جنگ جو آغاز میں اسلام اور مغرب کی جنگ قرار دی جا رہی تھی، اور وہ دہشت گردی جس کا ہدف مغرب کو قرار دیا جا رہا

تھا، اب وہ مسلمانوں کی اندر وہ جنگ بن جائے اور وہ تمام مسلح گروہ جو کل تک مغرب کو نشانہ بنانے کے لیے بے تاب نظر آتے تھے اب مسلکی اختلاف، قبائلی عصوبیوں اور علاقائی مفادات کے غلام بن کر ایک دوسرے کو قتل و غارت گری کا نشانہ بنائیں۔ شام میں نام نہاد اسلامی حکومت کا قیام بھی اسی حکمت عملی کا ایک حصہ نظر آتا ہے۔

پاکستان کو اس نازک مرحلے میں عالم گیر اسلام دشمن قوتوں کے عزم اور حکمت عملی کو سمجھتے ہوئے دشمن کی ہر چال کو ناکام بنانے کے لیے ہوش اور عقل کی بنیاد پر حکمت عملی وضع کرنا ہوگی۔ جذبات اور وقتی مصالح سے بلند ہو کر ملت کے وسیع تر مفاد کی بنیاد پر قرآن و سنت کے اصولوں کی روشنی میں مصالحت، بھائی چارہ اور جنگ کی آگ کو بجھانا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو اس عظیم کردار کو ادا کرنے کی توفیق دے، آمین!

نوٹ: یہ شذرہ طباعت کے لیے جارہا تھا کہ سعودی عرب کے ایک فوجی سربراہ بریگیڈیئر جنرل احمد العسیری کے بیان اور بین کے صدر منصور ہادی کے اعلان سے یہ دل خوش گن اطلاع ملی کہ سعودی حکومت اور اتحادی قوتوں نے فضائی آپریشن روک دیا ہے، اور مسئلے کے سیاسی حل کی راہ اختیار کی جا رہی ہے۔ نیز انسانی بنیادوں پر متاثرین کی امداد کا اہتمام بھی کیا جا رہا ہے، الحمد للہ علی ذلک۔

اللہ تعالیٰ مسلم ممالک کی قیادتوں کی رہنمائی فرمائے اور انھیں مل جل کر اپنے تمام اختلافی امور کو حل کرنے اور اپنے وسائل کو امت مسلمہ اور انسانیت کی خدمت میں استعمال کرنے کی توفیق دے۔ اور مغرب کی اسلحہ ساز فیکٹریوں کے پیٹھ بھرنے کے بجائے اپنے عوام کی مشکلات کو دُور کرنے، غربت کا خاتمه، صحت اور زندگی کی سہولیات کی فراہمی کے لیے استعمال کرنے کا سامان کریں۔ اور سب سے بڑھ کر تمام ممالک میں حقوقی انسانی کی پاسداری، انصاف کے قیام اور اللہ کے قانون کو نافذ کرنے کی سعی کریں تاکہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی و کامرانی حاصل ہو سکے۔